۲۴

انذاری پیشگوئیاں مذہب کا حصہ ہیں مذہب میں مداخلت کو ہم ہرگز برداشت نہیں کر سکتے

(فرمودہ ۲۸ ؍جون ۱۹۳۵ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

دنیا میں بہت سے جھگڑے اور اختلافات غلط فہمیوں کی وجہ سے پیدا ہو جاتے ہیں ایک شخص دوسرے کے نقطۂ نگاہ کو نہیں سمجھتا اور کچھ کا کچھ اس کی نسبت خیال کرنے لگ جاتا ہے اس لئے جن لوگوں کو دوسروں سے تعلقات رکھنے اور دوسروں سے معاملات پڑتے ہوں، ان کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کے خیالات کو اچھی طرح سمجھ لیں جن سے ان کے معاملات پڑتے ہیں۔ مثلاً مناظر ہیں جن علماء کو دوسری قوموں سے مناظرے کرنے پڑتے ہیں ان کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ ان مذاہب کے خیالات کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ اسی طرح حکومتوں کے لئے بھی ضروری ہوتا ہے کہ رعایا کے خیالات کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ اگر علماء دوسرے مذاہب کو سمجھے بغیر انکے پیروؤں کے ساتھ مناظرے کریں یا ان کے خلاف کتب لکھیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مخالف ان کی باتوں پر مذاق اور ہنسی اُڑائیں گے۔ قرآن کریم میں آتا ہے کہ جب رسول کریم ﷺ نے ایک خدا کا اعلان کرنا شروع کیا تو مکہ کے لوگوں نے بجائے اس کے کہ توحید کے متعلق آپ کے نقطۂ نگاہ کو سمجھنے کی کوشش کرتے جھٹ خیال کرلیا کہ خدا تو کئی ہیں اس میں تو کوئی شبہ ہی نہیں محمد (ﷺ) بھی ضرور (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ) کئی خدا ہی مانتے ہونگے اور انہوں نے خیال کیا کہ آپ کا نقطۂ نگاہ یہ ہے کہ آپ نے سب خداؤں کو جمع کر

کے ایک بنالیا ہے۔ گویا قیمہ کی طرح سب کو باہم ملا کر ایک کر دیا ہے اور پھر اس خیال کی ہنسی اُڑانی شروع کر دی۔ قرآن کریم میں آتا ہے اَجَعَلَ الْاٰ لِهَةَ اِلٰهاً وَّاحِدًا[1] وہ یہ تسلیم نہیں کرتے تھے کہ محمد ﷺ ایک خدا مانتے ہیں بلکہ خیال کرتے تھے کہ جس طرح کئی چیزوں کو باندھ کر یا کُوٹ کُوٹ کر ایک کرلیا جاتا ہے اسی طرح محمد (ﷺ) نے بہت سے خداؤں کو ملا کر ایک خدا بنالیا ہے۔ یہ کتنا بے وقوفی کا عقیدہ تھا لیکن وہ لوگ آخری عمر تک یہی سمجھتے رہے وہ خود جاہل تھے مگر جہالت آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ مجھے خود اپنا ایک تجربہ یاد ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ تھا کہ آپ حضرت مسیح ناصری کے بروز ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ آپ حضرت مسیح ناصری کی خاصیتیں اور آپ کے مدارج ومعارف لے کر دنیا میں آئے تھے لیکن بعض مخالفوں کا ذہن بروز سے اس طرف گیا کہ گویا آپ تناسخ کے قائل ہیں اور آپ کا دعویٰ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح آپ میں داخل ہوگئی ہے۔ دس بارہ سال ہوئے ڈاکٹر زویمر صاحب جو بڑے بڑے پادریوں میں سے ایک ہیں، نسلاً جرمن مگر قومیت کے لحاظ سے امریکن ہیں، کچھ عرصہ مصر میں بھی رہے ہیں اور آج کل امریکہ میں ہیں اور پادریوں میں دنیا کی جو بہترین ہستیاں سمجھی جاتی ہیں ان میں سے ایک ہیں، چپ چپاتے یہاں آ پہنچے اور مجھ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم ان دنوں زندہ تھے ان سے میرے متعلق پادری صاحب نے کہا کہ میں بعض سوالات ان سے پوچھنا چاہتا ہوں اور جب ڈاکٹر صاحب نے دریافت کیا کہ کیا سوالات ہیں تو پادری صاحب نے کہا کہ انہی کے سامنے پیش کروں گا۔ ان کا خیال تھا کہ ایسا نہ ہو کہ پہلے معلوم ہونے پر جواب سوچ رکھیں گویا وہ سمجھتے تھے کہ ان کے سوالوں کا مَیں کوئی جواب نہ دے سکوں گا۔ پہلے تو ان کے ساتھ باہر ہی لطیفہ ہؤا۔ یہاں کی گلیوں میں پھر کر کہنے لگے مجھے مدت سے شوق تھا کہ دیکھوں اسلامی حکومت کے ماتحت صفائی وغیرہ کا انتظام کس طرح ہوتا ہے مگر یہاں گلیوں کی صفائی وغیرہ تو ایسی اچھی طرح نہیں ہوتی۔ ڈاکٹر رشید الدین صاحب مرحوم نے اس کا جواب یہ دیا کہ ابھی تو یہاں پہلے مسیح کی حکومت ہے۔ یعنی انگریز جو پہلے مسیح کی اُمت ہیں یہاں کے حکمران ہیں۔ خیر اس کے بعد وہ میرے پاس پہنچے اور اپنے دل میں جو بعض پہیلیاں بنا رکھی تھیں پیش کیں۔

پہلا سوال انہوں نے مجھ سے یہ کیا کہ نبی کس جگہ ہونا چاہئے یعنی کونسا مقام نبی کی بعثت کے لئے

مناسب ہوتا ہے؟ انہوں نے خیال کیا کہ میں اس کا یہی جواب دوں گا کہ جہاں لوگ آسانی سے پہنچ سکیں ، ریل ، ڈاک ، تار وغیرہ سہولتیں موجود ہوں یا اگر پُرانا زمانہ ہو تو قافلوں وغیرہ کا معقول انتظام ہو، تا لوگوں کو وہاں پہنچنے اور نبی کو لوگوں کے ساتھ تعلقات رکھنے میں آسانی ہو اور پھر میں یہ سوال کروں گا کہ اگر یہ بات ہے تو پھر قادیان میں نبی کیسے پیدا ہو گیا ؟ لیکن جب انہوں نے یہ سوال کیا خدا تعالیٰ نے سارا سوال اور اس کا جواب میرے ذہن میں ڈال دیا اور میں نے مسکرا کر ان کے سوال کا یہ جواب دیا کہ ناصرہ سے ہر بڑے قصبہ میں نبی آ سکتا ہے اس پر وہ بالکل ہکّے بکّے رہ گئے ۔ دوسرا سوال انہوں نے یہ کیا کہ کیا مرزا صاحب تناسخ کے قائل تھے؟ یہ سوال کرتے وقت ان کے ذہن میں یہ بات تھی کہ میں کہوں گا ۔نہیں ۔تو پھر وہ سوال کر دیں گے کہ آپ مسیح کے بروز کیسے ہو گئے ؟ اور اگر میں کہوں گا ہاں تو اس کا جواب وہ یہ دیتے کہ یہ تو اسلامی تعلیم کے خلاف ہے ۔ میرا ذہن معاً اِس طرف گیا اور میں نے اصل سوال کا جواب دینے کی بجائے یہ کہا کہ آپ کو غلطی لگی ہے ہمارا یہ عقیدہ نہیں کہ حضرت مسیح ناصری کی روح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں آ گئی ہے بلکہ یہ ہے کہ ان کی صفات آپ میں پائی جاتی ہیں ۔ان جوابات سے ان کو بہت حیرانی ہوئی اور کہنے لگے کہ کیا آپ کو کسی نے میرے سوالات بتا دیئے تھے؟ تو ڈاکٹر زویمر صاحب نے اپنے خیال میں سمجھ لیا تھا کہ بروزِ مسیح کہلانے کا مطلب گویا یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تناسخ کے قائل تھے ۔حکومتوں کو بھی ایسی ٹھوکریں لگ جاتی ہیں اور اس کے لئے ضروری ہے کہ حاکم رعایا کے خیالات سے اچھی طرح واقف ہو، تا معاملہ کرتے وقت وہ کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹھے جس سے رعایا میں بلا وجہ غصہ کی لہر پیدا ہو یا ملک میں فساد پھیلے ۔مثلاً پُرانے زمانہ میں اس بات پر بہت فساد ہو جاتے تھے کہ انگریز افسر بوٹ سمیت مسجدوں میں گھس جاتے ۔آخر حکومت کی طرف سے انہیں سمجھایا گیا کہ ایسا نہ کیا کریں چنانچہ اب ایسا نہیں کرتے ۔جس افسر نے کسی مسجد کے اندر جانا ہوتا ہے وہ جوتا اُتار لیتا ہے اور جو نہیں اُتارنا چاہتا وہ باہر سے ہی واپس چلا جاتا ہے یا بعض جگہوں پر ایک قِسم کی کپڑے کی جوتیاں بنائی ہوتی ہیں جنہیں مسجد میں جاتے ہوئے پہنا دیتے اور پھر اُتار لیتے ہیں ۔تو میں بتا رہا تھا کہ ناواقفیت کی وجہ سے بہت بُرے نتائج پیدا ہوتے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ حکام کو رعایا کے عقائد و مذاہب اور ان کی خصوصیات سے آگاہی ہو۔تعجب ہے کہ انگریزوں کی حکومت ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے ۔ ایشیا ، یورپ ، افریقہ

اور جزائر غرضیکہ ہر جگہ ان کی حکومت ہے ساتوں برِّ اعظموں میں ان کی حکومت کسی نہ کسی جگہ ضرور ہے ۔مگر باوجود اس کے بعض حکام جو رعایا کے مذاہب اور ان کے عقائد سے بالکل ناواقف ہوتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ خود تو گمراہ ہوتے ہی ہیں دوسروں کو بھی کر دیتے ہیں اور اس وجہ سے ملک میں فسادات بھی پیدا ہوتے ہیں ۔ ہماری جماعت کو دشمن کتنی ہی حقارت سے کیوں نہ دیکھے اور اس کی تعداد کتنی ہی کم کیوں نہ بتائی جائے مگر اس امر کو ماننے کے سِوا اُسے چارہ نہیں کہ یہ ایک اہمیت رکھنے والی جماعت ہے۔ جس طرح انگریزی حکومت ساری دنیا پر ہے اسی طرح جماعت احمدیہ بھی ہندوستان، سیلون، سٹریٹ سیٹلمنٹس، افغانستان، ایران، عراق، عرب، فلسطین، شام، مصر، چین، سماٹرا، جاوا، آسٹریا، افریقہ، کینیا، یوگنڈا، نٹال، گولڈ کوسٹ، سیرالیون، نائیجیریا وغیرہ ممالک میں پائی جاتی ہے۔ افریقہ کا وہ علاقہ جو پُرانے زمانہ میں جرمن افریقہ کہلاتا تھا اس میں بھی ہماری جماعت ہے ماریشس میں بھی ہے، یونائیٹڈ سٹیٹس امریکہ میں بھی ہے، امریکہ کی بعض چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بھی ہے، بیلجیئم میں ہے، انگلستان میں ہے، افریقن عربوں کو مدنظر رکھتے ہوئے فرانسیسی حکومت میں بھی ہے، روس میں بھی ہے غرضیکہ دنیا کا کوئی برِّ اعظم نہیں جہاں ہماری جماعت نہ ہو اور یہی چیز ہے جو دنیا میں کسی قوم کی طاقت کی علامت ہوتی ہے۔ کسی جماعت کی طاقت اُس کی تعداد سے نہیں دیکھی جاتی بلکہ اس امر سے دیکھی جاتی ہے کہ کتنے مقامات پر اسے نشوونما کا موقع مل رہا ہے۔ وہ قوم جو ایک ملک میں ہو انسانی نقطۂ نگاہ سے اسے مٹا دینا آسان ہوتا ہے۔ آسمانی نقطۂ نگاہ سے تو اگر دیکھا جائے تو کسی کو مٹانا بھی آسان نہیں لیکن دُنیوی نقطۂ نگاہ سے ایسی جماعتوں کو مٹانا آسان ہوتا ہے جو ایک ہی ملک میں ہوں ۔ جو دو ممالک میں ہوں ان کو مٹانا نسبتاً مشکل ہوتا ہے اس طرح جو تین چار ممالک میں ہوں ان کا مٹانا اور بھی مشکل ہوتا ہے اور احمدیت اٹھارہ بیس ممالک میں نشوونما پا رہی ہے اور ہر برِّ اعظم اور ہر نسل کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اس میں چینی بھی ہیں سماٹری اور جاوی بھی، افغان اور ایرانی بھی، عرب بھی ہیں اور انگریز بھی، امریکن بھی ہیں اور حبشی بھی، گورے بھی ہیں اور کالے بھی، اور وہ لوگ بھی جو زرد رنگ والے کہلاتے ہیں اور جنہیں زرد خطرہ کہا جاتا ہے گویا قریباً ہر نسل اور ہر قوم کے آدمی اس میں شامل ہیں اور بہت تھوڑے ملک ہیں جہاں کوئی احمدی نہ ہو۔ ایسی جماعت کے پھیلنے کے لئے بہت موقع ہوتا ہے۔ اگر ایک یا دو چار حکومتیں بھی اسے مٹانا چاہیں تو وہ

دوسرے ممالک میں بڑھتی رہتی ہے اور وہاں طاقت پکڑ کر پھر اپنی پہلی جگہ آ کر لے لیتی ہے۔ اسلام اور ہندوازم میں یہی فرق ہے۔ ہندوستان میں ہندوؤں کی تعداد مسلمانوں سے بہت زیادہ ہے مگر مسلمان طاقت اور رُعب کے لحاظ سے دنیا میں بہت زیادہ اثر رکھتے ہیں اور ان کی بہت زیادہ طاقت مانی جاتی ہے۔ ان کے مقابلہ میں ہندو گو تعداد میں بھی برابر ہیں مگر ان کو ہندوستان سے باہر کوئی پوچھتا نہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اسلام ہر جگہ پھیل چکا ہے مگر ہندو صرف ہندوستان میں ہیں پس جو جماعت ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہو اُسے بہت اہمیت حاصل ہوتی ہے اس لئے حکومتوں کا فرض ہے کہ ایسی جماعتوں کے عقائد، حالاتِ خصوصی اور مذاہب کو مدنظر رکھیں لیکن کتنے تعجب کی بات ہے کہ ہمارے متعلق اس وقت تک جتنی مستقل کتابیں یا رسالے لکھے گئے ہیں، سب غیروں نے لکھے ہیں انگریزوں نے کوئی نہیں لکھا۔ ایک مستقل کتاب ایک امریکن مسٹر والٹر نے لکھی ہے ایک مستقل رسالہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی فرانس کے اہتمام کے نیچے لکھا گیا ہے۔ جرمنی میں بعض مضامین احمدیت کے متعلق لکھے جا رہے ہیں مگر انگریزوں نے سوائے بعض کتب میں مختصر ذکر کے احمدیت کی طرف توجہ نہیں کی۔ مستقل لٹریچر سب کا سب غیر قوموں کا پیدا کردہ ہے اور یہ اس سے فائدہ اُٹھا لیتے ہیں۔ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ جو قوم ہم پر حکومت کر رہی ہے وہ ہمارے حالات سے آگاہی حاصل کرنے کی کوشش ہی نہیں کرتی جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ ایسی غلط فہمیوں میں مبتلاء ہو جائے گی جن سے فساد پیدا ہوگا اسی وجہ سے کہ انگریزوں نے ہمارے عقائد اور خصوصی حالات کا مطالعہ نہیں کیا۔ مثلاً بعض حکام ایسے ہیں جو ہماری ایسی باتوں کو جن میں مخالفوں کی تباہی کا ذکر ہوتا ہے دشمنوں کے قتل کی تحریک سے تعبیر کرتے ہیں اور ان کا یہ کہنا اس بات کا ثبوت ہے کہ انہوں نے نہ صرف یہ کہ احمدیت کو نہیں سمجھا بلکہ اپنے مذہب کو بھی نہیں سمجھا۔ جب حضرت عیسیٰ حضرت موسیٰ علیہما السلام بھی یہ باتیں کہتے تھے تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ بھی قتل کی تحریک کرتے تھے؟ حقیقت یہ ہے کہ مذہب سکھاتا ہے کہ اصل بادشاہت خدا کی ہے دُنیوی بادشاہتیں صرف اس کے ظل ہیں۔ بے شک اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ دُنیوی بادشاہوں کی اطاعت بھی ضروری ہے لیکن پھر بھی وہ یہی سکھاتا ہے کہ اصل بادشاہت اللہ تعالیٰ کی ہے اور اس کو قائم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے تمام انبیاء اسی غرض سے دنیا میں تشریف لائے۔ حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت داؤدؑ،

آنحضرت ﷺ سب اسی غرض کو لے کر دنیا میں آئے کہ خدا تعالیٰ کی بادشاہت قائم ہو۔نبیوں کا یہی کام ہوتا ہے اور جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مأموریت کا دعویٰ کیا تو آپ کا بھی یہی کام تھا ورنہ آپ کی بعثت بالکل بے فائدہ ہوتی۔پس نبی کا اصل کام یہی ہوتا ہے اور اسی کو پورا کرنے کے لئے تمام انبیاء زور دیتے آئے ہیں۔عیسائی آج تک روزانہ دعا کرتے ہیں کہ خدا کی بادشاہت جس طرح آسمان پر ہے زمین پر بھی ہو۔پھر کس قدر تعجب کی بات ہے کہ جو لوگ روزانہ یہ دعا کرتے ہیں وہ اس امر کو بالکل بھول جاتے ہیں کہ کوئی اور بادشاہ بھی ہے۔ہماری جماعت کا بھی بعینہٖ یہی نقطہء نگاہ ہے۔ہم بھی دنیا میں خدا کی بادشاہت قائم کرنا چاہتے ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ دُنیوی بادشاہت کو مٹانا چاہتے ہیں بلکہ ہماری کوشش یہ ہے کہ لوگ دُنیوی حکومت سے بغاوت نہ کریں حکام سے تعاون کریں مگر سب سے اعلیٰ کوشش ہماری یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بادشاہت لوگوں پر بھی اور حکمرانوں اور بادشاہوں پر بھی قائم ہو۔اگر یہ نقطہء نگاہ بدل جائے تو کوئی مذہب مذہب نہیں رہتا بلکہ ایک سوسائٹی بن جاتا ہے۔اگر ہم دُنیوی حکومتوں کے غلام رہیں اور ہر وقت یہی مقاصد ذہن میں ہوں کہ کوئی رُتبہ یا عُہدہ مل جائے اور خدا کی بادشاہت قائم کرنے کا کوئی خیال نہ رکھیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم مذہب کو ایک بے معنی چیز بنا رہے ہیں۔تمام انبیاء دنیا میں خدا کی بادشاہت کے قیام کیلئے آتے ہیں۔حضرت مسیح علیہ السلام بھی اس غرض کو لے کر آئے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا بھی یہی مقصد ہے لیکن یہ بات انگریزوں کی بادشاہت کے خلاف نہیں۔اس کا یہ مطلب لینا کہ ہم خدا تعالیٰ کی بادشاہت انگریزوں کی بادشاہت کی جگہ قائم کرنا چاہتے ہیں، ویسی ہی غلطی ہے جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بروز ہونے کو تناسخ سے تعبیر کر دیا جائے۔پس اگر انگریز حکام یہ خیال کرتے ہیں کہ خدا کی بادشاہت کے قیام کے لئے ہماری کوششوں کا یہ مطلب ہے کہ دنیا سے انگریزی حکومت مٹ جائے تو یہ ان کی غلطی ہے بڑی حکومت کے ماتحت تابع حکومتیں بھی دنیا میں ہوتی ہیں۔پارلیمنٹ کی حکومت کا یہ مطلب نہیں کہ وائسرائے کی حکومت نہ رہے اور جب یہ کوشش کی جاتی ہے کہ ہر صوبہ میں گورنر کی اطاعت کی جائے تو اس کے یہ معنی کبھی نہیں ہوتے کہ وائسرائے کی حکومت نہ رہے۔پھر حکومت چاہتی ہے کہ ڈپٹی کمشنروں سے تعاون کیا جائے اور ان کے احکام مانے جائیں تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ گورنر کی حکومت مٹا دی جائے۔ماتحت حکومت بالا حکومت کے

مقابل پر نہیں سمجھی جاتی بلکہ اسی کی تابع ہوتی ہے اور اگر کوئی ایسا افسر ہے جو خدا کی بادشاہت کو دنیا میں قائم کرنے کا یہ مطلب سمجھتا ہے کہ انگریزوں کی بادشاہت مٹا دی جائے تو وہ بالکل ناسمجھ ہے اور سوائے اس کے کہ وہ معذور ہے ہم اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ایسا افسر ضرور غلطی کرتا اور ناسمجھی میں مبتلاء ہے اور اس نے مذہبی نقطۂ نگاہ کو سمجھا ہی نہیں۔ اصل بادشاہت خدا ہی کی ہے اور اگر وہ نہ ہو تو دُنیوی بادشاہتیں قائم ہی نہیں رہ سکتیں۔ کیا کوئی شخص یہ خیال کرسکتا ہے کہ دنیا میں سارے لوگ اس لئے چوریاں نہیں کرتے کہ ان پر حکومت قائم ہے اور وہ قانون کی سزا سے ڈرتے ہیں۔ مثلاً ہندوستان کی ۳۳ کروڑ آبادی میں سے دس بیس لاکھ چوری کرنے والے ہوں گے تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ باقی سب کے سب قانون سے ڈر کر چوری نہیں کرتے کیا سب لوگ اس لئے ڈاکے نہیں ڈالتے کہ انگریزی قانون انہیں پکڑ لے گا۔ اس قدر کثیر آبادی میں سے زیادہ سے زیادہ دو چار یا حد دس ہزار قاتل ہوں گے باقی جو قاتل نہیں تو کیا اس وجہ سے نہیں ہیں کہ انگریزوں کا قانون ہے کہ قاتل کو قتل کیا جائے؟ بلکہ لوگ ان جرائم اور بداخلاقیوں سے اس لئے بچتے ہیں کہ ان کے خدا نے ان کو منع کیا ہے اور اس طرح دُنیوی حکومتیں چل ہی اس وجہ سے رہی ہیں کہ خدا تعالیٰ کی دنیا میں حکومت ہے ۔مسلمان، ہندو، عیسائی، سکھ، یہودی، پارسی سب مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگ بُرائیوں سے اس لئے بچتے ہیں کہ ان کے مذاہب نے ان باتوں سے منع کیا ہے ورنہ جو قتل کرتا اور ڈاکہ مارتا ہے وہ قانون کب دیکھتا ہے؟

پس دنیا کی بادشاہتیں اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کی موجودگی کی وجہ سے چل رہی ہیں ورنہ اگر سب لوگ چوریاں کرنے لگ جائیں، ڈاکے ڈالیں، دغا فریب شروع کردیں تو دُنیوی حکومتیں باقی کس طرح رہ سکتی ہیں۔ دنیا میں ہر حکومت اعتماد پر چل رہی ہے۔ کمانڈر انچیف اعتماد کرتا ہے کہ اس کے ماتحت کمانڈر وفادار ہیں، پارلیمنٹ اعتماد کرتی ہے کہ وائسرائے وفادار ہے اور وائسرائے اعتماد کرتا ہے کہ گورنر وفادار ہیں یہ اعتماد کس وجہ سے ہے یہ مذہب کے احساس کا ہی نتیجہ ہے۔ اگر مذہب کو مٹا دو تو یہ احساس کہاں رہ سکتا ہے اور اگر یہ نہ ہو تو حکومت چل ہی نہیں سکتی۔ پس حکام اگر غور کریں تو انہیں معلوم ہو کہ وہ دنیا میں حکومت کر ہی اس لئے رہے ہیں کہ خدا کی حکومت ان کے اوپر ہے اور اس کے بغیر ایک گھنٹہ کیا ایک منٹ بھی وہ حکومت نہیں کرسکتے دیکھو! کتنی قیمتی جانیں کتنے چھوٹے نوکروں

کے سپرد ہوتی ہیں ۔ بادشاہ کے اِردگرد چپڑاسی اور نوکر چاکر ہوتے ہیں اور کمانڈر کے گرد و پیش معمولی سپاہی اگر وہ ایک دوسرے پر اعتماد نہ کریں تو حکومت کس طرح قائم رہ سکتی ہے اور اگر مذہب کا احساس نہ ہوتو یہ باتیں کبھی نہیں رہ سکتیں ۔ پس یہ مذہب کا ہی اثر ہے جو دُنیوی حکومتوں کو چلا رہا ہے ۔ اثر مَیں اس لئے کہتا ہوں کہ دہریوں میں بھی پچھلے اثر کے ماتحت یہ بات پائی جاتی ہے پس باطنی حکومت ظاہری حکومت کی مدد کرتی ہے ۔ جب میں یہ تعلیم دیتا ہوں کہ سچ بولو تو اس سے حکومت کو مدد ملتی ہے ، اسے فائدہ پہنچتا ہے نقصان کوئی نہیں ہوتا ممکن ہے اس سے کسی وقت معمولی سا نقصان بھی ہو ۔ مثلاً کوئی بڑا افسر کسی سپاہی سے کسی وقت جھوٹی رپورٹ کرنے کے لئے کہے اور وہ نہ کرے لیکن اگر سب سچ بولنے لگ جائیں تو حکومت کے لئے کس قدر آرام ہو جائے ۔ پس گو ہم خدا کی بادشاہت قائم کرتے ہیں مگر دُنیوی حکومت کو بھی فائدہ پہنچاتے ہیں ۔ جب ہم کہتے ہیں لڑائی مت کرو ، فساد سے بچو ، نیکی کرو تو اس سے دُنیوی حکومت کو ضرور فائدہ پہنچتا ہے ۔ پس کوئی آسمانی تعلیم دُنیوی حکومت کے لئے مضر نہیں ہوسکتی سوائے اس کے کہ کوئی نادانی سے اسے خلاف سمجھ لے ۔ اس نقطۂ نگاہ کو اگر حکومت سمجھ لے تو اس کے لئے اگلا حصہ سمجھنا بالکل آسان ہو جاتا ہے کہ جب مذہب کا مقام بالا ہے تو حکومت کا اپنے آپ کو خواہ مخواہ مذہبی فرقوں کے مقابل پر لا کھڑا کرنا دانائی نہیں ہوسکتی ۔ جب وہ کسی مذہب میں شامل نہیں تو کیوں اپنی انگلی دوسروں کے پھٹے میں ڈالتی ہے ۔ پس حکومت کو چاہئے کہ وہ ہمارے نقطۂ نگاہ کو سمجھ لے ۔ جس طرح حکومت کو اپنے قیام کے لئے بعض چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح خدائی حکومت کے لئے بھی بعض چیزیں ضروری ہوتی ہیں ۔ جس طرح دُنیوی حکومت کو فوجوں اور سپاہیوں کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح خدائی حکومت ایمان سے قائم ہوتی ہے اور ایمان کے لئے سب سے ضروری چیز نشانات ہیں ۔ جس طرح حکومت اپنی طاقت کے اظہار کے لئے چھانگا مانگا ، انبالہ یا ایسے ہی دوسرے کھلے میدانوں میں فوجوں کی پریڈیں کراتی ہے ، یا شہروں میں باوردی پولیس اور فوجی تلواریں اور کِرچیں لگا کر مظاہرہ کرتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کے سپاہی مؤمن ہوتے ہیں اور پریڈ وہ نشانوں کے ذریعہ کرتے ہیں ۔ دُنیوی گورنمنٹ باغی کو پکڑ کر قید کر دیتی ہے لیکن خدا تعالیٰ اپنے نیک بندے سے کہہ دیتا ہے کہ جاؤ اور کہہ دو کہ جو تم سے دشمنی کرتا ہے وہ ہلاک کر دیا جائے گا ، تباہ کر دیا جائے گا اور پھر یہ تباہی کبھی زلزلہ سے آتی اور کبھی طاعون و ہیضہ سے ۔ پس خدائی پریڈ

طاعون اور ہیضہ کے کیڑوں سے ہوتی ہے یا کبھی وہ زمین کو ایک حرکت دے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جس بندے کو خبر دے کہ وہ جا کر لوگوں کو سنا دے، اس کے لئے اس کا اظہار ضروری ہوتا ہے۔ اور اگر دُنیوی حکومت اسے دست اندازی سمجھے اور کہے کہ یہ قتل کی انگیخت ہے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نشانوں کے پھیلنے میں رُکاوٹ ڈالتی ہے اور مذہب میں دست اندازی کرتی ہے، ملک میں امن قائم نہیں ہونے دینا چاہتی۔ جب تک کسی مذہب میں بشارات اور اِنذار نہ ہوں وہ چل ہی نہیں سکتا۔ سچے مذہب میں یا تو یہ خبر ہوگی کہ میرے احکام ماننے والوں کو فائدہ ہوگا اور یا یہ کہ جو مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا وہ نقصان اُٹھائے گا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اِنِّیْ مُهِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِهَانَتَکَ وَ اِنِّیْ مُعِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِعَانَتَکَ [2]۔ جو شخص تیری اہانت کا ارادہ کرے گا، میں اس کی اہانت کروں گا اور جو تیری اعانت کا ارادہ کریگا میں اس کی اعانت کروں گا۔ اور پھر اس کا خلاصہ قرآن کریم میں یہ ہے کہ کَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیْ [3] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے یہ فرض کرلیا ہے کہ میں اور میرے رسول غالب ہوں گے اور دشمن ہلاک ہوں گے۔ پس مذہب کی بنیاد ایمان پر ہے اور ایمان بغیر نشانات کے قائم نہیں رہ سکتا۔ دنیا کے کاموں میں مبتلاء لوگ خدا کو نشانوں کے بغیر کیسے مان سکتے ہیں۔ آج دنیا میں دہریت کی رَو جاری ہے۔ اور ایک ہی چیز ہے جو اسے مٹا سکتی ہے اور یہ خدا تعالیٰ کے تازہ نشانات ہیں۔ تازہ نشانات ہی ہیں جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف لا سکتے ہیں جس طرح محمد رسول اللہ ﷺ نے تازہ نشانات سے عرب کے جاہل اور اُجڈ لوگوں کو خدا تعالیٰ کا دیوانہ بنا دیا تھا اسی طرح آج بھی آپ کے ایک شاگرد نے ان لوگوں کو جو یورپ کے فلسفہ کو پڑھنے والے ہیں، اسلام کا والہ وشیدا بنا دیا ہے۔ ایمان ایک ایسی چیز ہے جو جاہل کو عالم اور عالم کو عاشق بنا دیتی ہے۔ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں جاہلوں کو ایمان نے اعلیٰ درجہ کا عالم بنا دیا تھا اور اِس زمانہ میں فلاسفروں کو عشق کا جام پلا دیا ہے۔ پس کامل ایمان نشانات سے ہی قائم ہوتا ہے جن سے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت دکھاتا اور اپنے وجود کو ثابت کرتا ہے۔ معلوم نہیں اگر کسی کی تباہی کی خبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی جائے تو اس کا یہ مطلب کیونکر ہوسکتا ہے کہ یہ کسی کو انگیخت کی جارہی ہے کہ اسے تلوار سے قتل کردے۔ اگر اس طرح ہو تو دنیا میں کوئی مذہب چل ہی نہیں سکتا۔ جب حضرت مسیح علیہ السلام نے دعویٰ کیا کہ ان کی تعلیم پھیل جائے گی تو کیا اس کا یہ مطلب تھا کہ آپ قتل کی تعلیم دے رہے

تھے؟ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اعلان کیا کہ بادشاہت ان کے پیرووں کے ہاتھ میں آ جائے گی تو کیا اس کا یہ مطلب تھا کہ وہ موجودالوقت حکومت کی بغاوت کی تعلیم دے رہے تھے، جب اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر آنحضرت ﷺ نے یہ اعلان کیا کہ آپ کے دشمن ناکام و نامراد رہیں گے تو کیا آپ اپنے اَتباع کو یہ تعلیم دے رہے تھے کہ مخالفوں کو مار دو؟ اسی طرح جب ہم یہ یقین کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تائید ہمیں حاصل ہے اور ہمارے مخالف تباہ ہو جائیں گے جس طرح ان کی اخلاقی موت واقع ہوئی ہے اسی طرح جسمانی بھی ہوگی تو اس کا یہ مطلب کس طرح ہوسکتا ہے کہ قتل کی تحریک کی جا رہی ہے؟ کیا بہار کا زلزلہ ہم نے پیدا کیا اور کوئٹہ میں ہم نے تلوار چلائی ؟ یہ سب تباہیاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھیں ۔ پس جب ہم دشمن کی ہلاکت کی خبر دیتے ہیں تو اس کے یہ معنی نہیں کہ انہیں تلوار سے ہلاک کر دیا جائے ۔ اگر کوئی حکومت اس کے معنی قتل لیتی ہے تو اسے چاہئے کہ پہلے سارے انبیاء کو قاتل قرار دے لے کیونکہ یہ باتیں سب نے کہی ہیں ۔ ایسے افسر کیوں ویدوں پر حملہ نہیں کرتے جب ان میں صاف الفاظ میں یہ دعائیں موجود ہیں کہ اے خدا! ہمارے دشمنوں کو غارت کر دے، ان پر بجلیاں گرا کر انہیں ہلاک کر دے، ان کے بیل اور مویشی مار دے ۔ پس جو افسر ہماری ان باتوں پر اعتراض کرتے ہیں وہ ذرا جراُت تو کریں ویدوں کے متعلق یہ بات کہنے کی کہ ان میں ہندوؤں کو یہ تلقین کی گئی ہے کہ غیر ہندوؤں کو قتل کر دیں ذرا جراُت تو کریں یہ کہنے کی کہ قرآن کریم میں قتل کی تلقین ہے، ذرا جراُت تو کریں یہ کہنے کی کہ حضرت مسیح نے قتل کی تعلیم دی ہے ۔ جب کسی اور کے متعلق وہ ایسا نہیں کہہ سکتے تو کیا وجہ ہے کہ ہمارے متعلق کہتے ہیں ۔ کیا یہ اس لئے نہیں کہ وہ ہمیں قلیل التعداد اور کمزور سمجھتے ہیں اور اس طرح اخلاقی مجرم بنتے ہیں ۔ بہادر آدمی کبھی کمزور پر ہاتھ نہیں اُٹھاتا بلکہ اس کی مدد کرتا ہے ۔ جب ہم ایسی خبروں کا اعلان کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا ہوگا ۔ وہ جس طرح چاہے گا ہمارے دشمنوں کو ہلاک کرے گا ۔ اب دیکھو کتنے لوگ ہیں جو ان پیشگوئیوں کے ماتحت خدائی ہاتھ سے تباہ ہوئے اور کتنے ہیں جو انسانی ہاتھوں سے ۔ اگر ایسی خبروں کے معنی قتل کی تحریک ہوتے ہیں تو کسی ایک کے قتل ہونے پر باقی ۹۹ کس طرح قتل ہونے سے بچ گئے ؟ فرض کرو کہ ہم قتل کی تحریک کر سکتے ہیں مگر کیا زمین کو حرکت دے کر زلزلہ بھی لا سکتے ہیں؟ طاعون اور ہیضے کے کیڑے بھی بھیج سکتے ہیں؟ کیا یہ چیزیں بھی ہماری تابع ہیں ۔ پس حکومت کا ہماری باتوں کو

وہ معنی دینا جو صحیح نہیں اور جن سے سب انبیاء پر اعتراض آتا ہے سخت بے انصافی اور مذہب میں صریح دست اندازی کے مترادف ہے۔ جو بات کہنے کا ہمیں اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے اسے ہم کسی کے ڈر سے نہیں چھوڑ سکتے۔ اگر خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ کہہ دے تیرا دشمن ہلاک ہوگا تو ہم یہ کہنے سے کبھی نہیں رُک سکتے۔ پس میں پھر وہ باتیں دُہراتا ہوں اور پھر یہ کہتا ہوں کہ جو بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابل پر کھڑا ہوگا وہ تباہ کر دیا جائے گا۔ اگر حکومت اسے قتل کی تحریک سمجھتی ہے تو مجھے پکڑ لے گرفتار کرلے اور مقدمہ چلائے۔ لیکن وہ سمجھ لے کہ وہ ایسا کرنے میں آسمانی بادشاہت کی مجرم ہوگی۔ جیسے وہ افسر جو اپنے سے بڑے افسر کے پیغام کو روکنا چاہتا ہے یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیں ایک بات کہے اور ہم اسے چھپائیں سوائے اس کے کہ وہ خود ان کے اظہار سے روک دے۔ انذاری پیشگوئیاں دو قِسم کی ہوتی ہیں۔ ایک تو اصولی مثلاً ایک تو یہ کہ ہمارے دشمن تباہ ہو جائیں گے اسے تو ہم کسی صورت میں نہیں چھپا سکتے کیونکہ یہ تو صداقت کا نشان ہے اور یہ قرآن کریم کی اس آیت کا ترجمہ ہے کہ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیْ۔ اگر اسے چھپائیں تو نبوت ثابت ہی نہیں ہوسکتی۔ حکومت کے احکام ہم اُسی وقت تک مانتے ہیں جب تک وہ خدا کے احکام سے نہ ٹکرائیں۔ اگر ایسا ہو کہ حکومت کے احکام خدائی احکام کے ساتھ ٹکرائیں تو اس صورت میں ہم خدا کے احکام مانیں گے، اس کے کیوں مانیں جو خدا کی غلام ہے۔ میں سمجھتا ہوں ہر دیانتدار ہندو، پارسی، سکھ، مسلمان یہی کہے گا کہ ہم حکومت کے اُسی دن تک فرماں بردار ہیں جب تک وہ خدا کے مقابل پر کھڑی نہیں ہوتی اور جو حکام خواہ مخواہ اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے مقابل پر لا کھڑا کرتے ہیں وہ سخت نادانی کرتے ہیں۔ کوئی وجہ نہیں کہ دُنیوی حکومتیں اس بات سے ڈریں کہ خدا کی حکومت دنیا میں قائم ہو بلکہ انہیں خوش ہونا چاہئے کہ اس سے دنیا میں امن قائم ہوگا۔ ہاں عارضی جھگڑے ہوں تو بے شک ہوں اور ایسا ہونا ضروری ہے کیونکہ اکثریت نبی کی اتباع کرنے والی اقلیت کی روحانی طاقتوں کو دیکھ کر غصہ میں آ جاتی ہے اور اسے مٹانا چاہتی ہے۔ حکومت کا یہ کام ہے کہ وہ انصاف سے کام لے کر اقلیت کی مدد کرے نہ یہ کہ اکثریت سے ڈر کر اقلیت پر ظلم کرنے لگے۔ غرض اس قِسم کے فساد کو کوئی نہیں روک سکتا۔ جب کوئی نیا سلسلہ قائم ہوتا ہے تو جن لوگوں کے دلوں میں گند ہو وہ اسے تباہ کرنے کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس سے کچھ عارضی فساد بھی پیدا ہوتے ہیں ورنہ دنیا میں آسمانی حکومت کے قیام سے امن ہی بڑھتا

ہے ۔ میں بتا رہا تھا کہ پیشگوئیاں دو قِسم کی ہوتی ہیں ۔ ایک تو عام جن کے بغیر نبوت ثابت ہی نہیں ہو سکتی ۔ مثلاً یہ کہ جو ہمارے مقابل پر ہوگا وہ تباہ کیا جائے گا ۔ اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ وَ اِنِّیْ مُعِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِعَانَتَکَ یہ عام پیشگوئی ہے جسے کسی کے کہنے پر چھوڑا نہیں جا سکتا ۔ ہاں دوسری پیشگوئیاں افراد کے متعلق ہوتی ہیں ان کے اِخفاء کے لئے اجازت کی ضرورت ہوتی ہے اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ہو تو چھپایا جا سکتا ہے ورنہ نہیں ۔ ایسی ہی پیشگوئیاں تھیں جن کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عدالت میں وعدہ کیا تھا کہ انہیں شائع نہیں کریں گے ۔ نادان اعتراض کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے کلام کو چھپایا لیکن جب یہ الہام پہلے ہی شائع شدہ تھا کہ اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ وَ اِنِّیْ مُعِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِعَانَتَکَ تو چھپایا کس چیز کو گیا؟ کیا بعد میں اس کی اشاعت کو آپ نے بند کر دیا؟ وہ بدستور قائم تھا اصولی طور پر تو اس کے بعد کسی اور اصل کی اشاعت کی ضرورت ہی نہ تھی ۔ باقی صرف تشریح تھی اور آپ نے تشریح کے متعلق ہی وعدہ کیا تھا اصل کے متعلق آپ نے کبھی ایسا وعدہ نہیں کیا اور نہ ہی کوئی کر سکتا ہے ۔ تشریحات میں سے بعض کو چھپا دیا جائے تو نشان میں کوئی فرق نہیں آتا ۔ جس قِسم کی تشریحات کو آپ نے چھپایا ایسا تو تمام انبیاء کرتے آئے ہیں ۔ ہاں اصول کو ہم کبھی نہیں چھپا سکتے اور اگر حکومت اس کے متعلق یہ کہتی ہے کہ تم قتل کی تحریک کرتے ہو تو ہم خدا کا حکم ماننے پر مجبور ہیں اور اس کے اظہار سے کسی کے کہنے پر رُک نہیں سکتے مگر ان سے قتل کی تحریک مراد لینا قطعاً غلط ہے ۔ ۹۹ فی صدی دشمن ہمارے ایسے ہیں جو خدائی ہاتھوں سے ہلاک ہوئے اور ان کی نظیریں ہوتے ہوئے یہ خیال کرنا کہ قتل کی تحریک کی گئی ہے کس قدر ظلم ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کئی ایک ایسی پیشگوئیاں کیں مگر ان میں سے صرف ایک ہی ایسی ہے جس کے متعلق اعتراض کیا گیا اور وہ لیکھرام کے متعلق پیشگوئی ہے اور ایک کی وجہ سے ۹۹ کو چھوڑ دینا اور کہنا کہ ایسی پیشگوئیوں کی غرض قتل کی تحریک ہوتی ہے کھلی کھلی ناانصافی اور بے سمجھی کی بات ہے ۔ پس انذاری پیشگوئیاں مذہب کا حصہ ہیں اور جو ان میں دست اندازی کرتا ہے وہ مذہب میں دست اندازی کرتا ہے ۔ اور ایک مؤمن مر جانا پسند کرے گا بہ نسبت اس کے کہ ایسے حکم کو مانے ۔ سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ خود کسی پیشگوئی کے اخفاء کا حکم دے دے ۔ رسول کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خبر دے دی تھی کہ بدر کی لڑائی میں فلاں فلاں کافر فلاں فلاں جگہ پر ہلاک ہوں گے مگر آپ نے یہ صرف چند

ایک دوستوں کو بتایا یا عام اعلان نہیں کیا۔سوایسی خبروں کے سوا جن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِخفاء کا حکم ہوا انذاری پیشگوئیوں کی اشاعت سے ہم کبھی نہیں رہ سکتے اور نہ ان کے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ یہ قتل کی تحریک ہے۔صرف ایک پنڈت لیکھرام کے متعلق یہ پیشگوئی ہے جس کے انسانی ہاتھ سے پورا ہونے کا خیال ہوسکتا ہے مگر اس کے قاتل کو بھی آج تک حکومت گرفتار نہیں کر سکی حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تلاشی لی گئی اور بھی کئی احمدیوں کی تلاشی لی گئی مگر کوئی ثبوت نہ مل سکا کیونکہ یہ فعل فرشتہ کا تھا اور اگر انسان کا تھا تو وہ بھی فرشتہ ہی تھا۔انسانی ہاتھوں سے ہلاکت خدا تعالیٰ کی سنت نہیں ۔خدا تعالیٰ کی سنت یہی ہے کہ وہ آسمانی عذابوں سے ہلاک کرتا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کئی دشمن حکومت کے ہاتھوں ہلاک ہوئے ،مولوی محمد حسین بٹالوی کی تذلیل کیپٹن ڈگلس کے ہاتھ سے ہوئی۔کیا اسے بھی انگیخت کی گئی تھی؟ یا مولوی محمد حسین بھی احمدی تھا کہ اس سے ایسی حرکت کرائی گئی؟ اگر وہ کرسی نہ مانگتا تو تذلیل نہ ہوتی پس یہ سب خدا تعالیٰ کی طرف سے تھا۔اس میں کسی کی انگیخت کہاں ہے۔پس ایسی پیشگوئیوں کا کثیر حصہ آسمانی عذاب سے پورا ہوتا ہے اور ان کو انگیخت قرار دینا مذہب میں صریح دست اندازی ہے اور مذہب کی بنیاد کو مٹانا ہے۔اگر ہم خدا تعالیٰ کے زندہ نشانات پیش نہ کریں تو کیا کریں ہم تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی خبریں ہی شائع کرتے ہیں ۔جو چاہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ملی ہوں یا آپ کے صحابہ کے ذریعہ۔اور ان کے اظہار پر مجبور ہیں۔ان باتوں میں ہم حکومت کی بات ماننے کو تیار نہیں ہیں۔وہ ہمیں ہندوستان سے نکال سکتی ہے مگر جب تک اللہ تعالیٰ کی اجازت نہ ہو ان خبروں کے شائع کرنے سے روک نہیں سکتی اور اگر کوئی گورنمنٹ جو یہ حکم دے کہ خدا کی نہ مانو،معقول اور عقلمند نہیں ہوسکتی۔پس انگریزی حکومت کے لئے ضروری ہے کہ رعایا کے نقطۂ نگاہ کو سمجھے۔اگر حکام یہ جانتے کہ ہم میں اور دوسرے مسلمانوں میں فرق ہی یہ ہے کہ ہم زندہ اسلام پیش کرتے ہیں اور ان کا اسلام ایک مُردہ جسم ہے تو وہ کبھی نہ کہتے کہ یہ قتل کی تحریک کی جاتی ہے۔اگر حکومت ہم سے یہ خواہش رکھے کہ ہم اس زندگی کو مٹا دیں تو یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔اس کی طرف سے ایسا مطالبہ مذہب سے ناواقفیت کی دلیل ہے پس میں حکومت کے افسروں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ مذہب کا مطالعہ بھی ضرور کریں تا جن لوگوں سے ان کا معاملہ ہے ان کے خیالات سے بھی آگاہی ہو،تا انہیں علم ہو کہ پیشگوئی کیا ہوتی ہے اور یہ کہ زندہ نشان کے بغیر ایمان محفوظ نہیں رہ

سکتا اور اگر ایمان محفوظ نہ ہوتو انبیاء کی آمد بے فائدہ ہو جاتی ہے اگر حکام کو ان باتوں کا علم ہوتا تو پیشگوئی کا نام قتل کی انگیخت نہ رکھتے ۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ان کو توفیق دے کہ مذہب کو پرکھیں ۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ نے ایک موقع پیدا کر دیا ہے کہ حکام کو ہمارے خیالات معلوم ہو جاتے ہیں ۔ایک تو ڈائری نویس خطبہ لکھ کر لے جاتے ہیں جو نیچے سے اوپر تک سب پڑھتے ہیں ۔ پہلے اس کا انہیں علم بھی نہ ہوتا تھا اسی طرح کتابیں بھی پڑھنے کا انہیں موقع ملتا رہتا ہے ۔سابق چیف سیکرٹری نے ہمارے ایک دوست سے بیان کیا کہ میں پندرہ روز سے مرزا صاحب (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کی کتب پڑھ رہا ہوں ۔کسی کو کیا خبر ہے کہ ان میں سے کسی کا دل اللہ تعالیٰ کھول دے اور وہ مسلمان ہو جائے اس لئے میں حکام کو خصوصیت سے توجہ دلاتا ہوں کہ یہ وقت ہے اور ان کے لئے مناسب ہے کہ مذہب کا مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ پیشگوئی کیا ہوتی ہے، انذاری پیشگوئیوں کا کیا مطلب ہوتا ہے اور کہ انذاری پیشگوئیاں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے پوری ہوتی ہیں تا ان کو پتہ چلے کہ مذہب ان کے بغیر نہیں چل سکتا اور ان میں کسی قِسم کی رُکاوٹ پیدا کرنے کے یہ معنی ہیں کہ مذہب میں مداخلت کی جائے ۔اگر یہ قتل کی انگیخت ہے تو ویدوں میں، بائبل اور قرآن کریم میں یہ بات موجود ہے اور سب انبیاء اس کے مرتکب ہوئے ہیں ۔حکومت پہلے ان سے معاملہ کر لے بعد میں ہم سے کرے کیونکہ ہم تو بعد میں آئے ہیں ۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حکام کے دل کھول دے اور وہ مسلمان ہو جائیں ۔ آخر ایک دن انہیں مسلمان ہونا ہی ہے ۔ ہزاروں آدمی ایسے ہیں جو پہلے گالیاں دیا کرتے تھے مگر اب مخلص احمدی ہیں اسی طرح یہی حاکم جو آج ہمارے مخالف ہیں ، اللہ تعالیٰ ان کے دل کھول دے تو ہمارے مدد و معاون ہو سکتے ہیں ۔حافظ روشن علی صاحب مرحوم سنایا کرتے تھے کہ جلسہ کے دنوں میں ایک موقع پر چالیس پچاس آدمی ایک طرف سے آرہے تھے اور چار پانچ دوسری طرف سے ۔تھوڑی دیر وہ ایک دوسرے کو دیکھتے رہے اور پھر گلے مل کر چیخیں مار کر رونا شروع کر دیا۔ حافظ صاحب کہتے تھے کہ اس نظارہ کا مجھ پر بہت اثر ہوا اور میں نے ان سے دریافت کیا کہ بات کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ چار پانچ آدمی ہمارے گاؤں میں پہلے احمدی ہوئے تھے ہم نے ان کو سخت دُکھ دیئے حتّٰی کہ یہ لوگ وطن چھوڑ کر نکل گئے اور دس بارہ سال تک ہمیں ان کے متعلق کچھ علم نہ ہو سکا بعد میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھی احمدیت کو قبول کرنے کی توفیق دے دی اور ہم احمدی ہو گئے ۔آج پہلی دفعہ یہاں ایک دوسرے سے

ملے ہیں اور پُرانے زمانہ کو یاد کر کے نہ ان سے برداشت ہوسکا اور نہ ہم سے۔

پس ہمارے ایمان کی بنیاد ہی نشانوں پر ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ سب گورے اور کالے اسی ڈیوڑھی پر آئیں گے۔کوئی اٹھارہ سال کا عرصہ ہوا یعنی اپنی خلافت کے ابتدائی سالوں میں ہی مَیں نے دو تین بار یہ نظارہ دیکھا کہ یہ مسجد جس میں مَیں اب کھڑا ہوں اتنی بڑی ہے ایک کنارے سے دوسرا کنارہ نظر نہیں آتا۔وائسرائے عقیدت کے ساتھ آئے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بادشاہ سلامت آنا چاہتے ہیں اور وہ ان کی آمد کے سلسلہ میں انتظامات دیکھنے کے لئے آئے ہیں پھر میں نے دیکھا کہ بادشاہ بھی آئے ہیں اور مسجد سے باہر پریڈ کا ملاحظہ کر رہے ہیں۔پس جہاں بادشاہوں، وائسرایوں اور سب چھوٹے بڑے افسروں نے آنا ہے۔یہ عارضی اور وقتی دشمنی ہے جو ناواقفی اور ناسمجھی کے باعث ہے وہ ہمارے نقطۂ نگاہ کو نہیں سمجھتے ورنہ حکومت اور سچے مذہب کا باہم تصادم نہیں ہوسکتا۔اور اگر ہو بھی تو یہ حکومت کا قصور ہوگا اور اس کا نتیجہ اسی کے حق میں بُرا ہوگا۔مذہب تو امن قائم کرنے کے لئے آتا ہے اس سے حکومت کو کیا خطرہ ہوسکتا ہے۔

(الفضل ۵؍جولائی ۱۹۳۵ء)

۱؎ صٓ: ۶

۲؎ تذکرہ صفحہ ۲۰۰۔ایڈیشن چہارم

۳؎ المجادلۃ: ۲۲